پھر فلاں تاریخ (مطابق ۵۰ ۴ء یا ۴۵۱ء) کو یہ سد بری طرح ٹوٹا جس سے بہت بڑی تباہی آئی اور کثیر آبادی دُور دُور تک منتشر ہو گئی۔ بعد میں بادشاہ نے قبائل حِمیَر و حضرموت سے مدد لے کر اس کی مرمت کرائی۔ اِس کتبے کی تاریخ ۴۶۵ عیسوی کے مطابق پڑتی ہے۔

یہ کتبہ پہلا تاریخی وثیقہ ہے جس سے سدِ مارب کے ٹوٹنے اور وسیع پیمانے پر تباہی پھیلنے، اور کثیر آبادی کے منتشر ہو جانے کا ثبوت ملتا ہے۔

عرب مؤرخین کا بیان ہے کہ سدِ مارب کی تباہی کے باعث جو قبائل شمالی اور وسطی عرب میں پھیل گئے وہ آل جَفنَہ (غسّان، اَوس اور خزرج) لَخم، تَنُوخ، طَے اور کِندہ وغیرہ تھے۔

حمزہ اصفہانی نے تاریخ سِنِی ملوکِ الارض والانبیاء میں بیان کیا ہے کہ غسانیوں کے سردار جَفنَہ بن عَمرو مُزَیقیا کو رومی قیصر نسطورس کے زمانے میں شامی عربوں کا فرمانروا بنایا گیا۔ اس قیصر کا اصل نام (ANASTASIUS) تھا اور اس کا زمانہ حکومت ۴۹۱ء تا ۵۱۸ء تھا۔ یہ بات بھی اِس کی تائید کرتی ہے کہ غسانیوں کا وطن سے نکلنا پانچویں صدی عیسوی کے وسط کا زمانہ ہے۔

اسی طرح یمن سے نکلنے والے ایک اور قبیلے کی حکومت حِیرَہ میں ساسانیوں کے ماتحت قائم ہوئی، اور اس کا زمانہ بھی پانچویں صدی ہی کا ہے۔

اس مسئلہ پر عربی زبان میں عراق کے ڈاکٹر جواد علی کی کتاب تاریخ العرب قبل الاسلام نہایت مستند کتابوں میں سے ہے۔

سوال: تفہیم القرآن (جلد چہارم) کے مطالعہ کے بعد درج ذیل باتیں وضاحت طلب رہ گئی ہیں براہ کرم رہنمائی فرما کر ممنون احسان فرمائیے۔ جزاک اللہ۔

۱۔ سبا آیت ۱۴ ح ۲۴ صفحہ ۱۹۰ حضرت سلیمان کا مُردہ جسم عصا کے سہارے اتنی مدت کھڑا رہا کہ گھُن نے عصا کو کمزور کر دیا اور جنوں کو (اور یقیناً انسانوں کو بھی) ان کے انتقال کا علم نہ ہوا... یہ بات بعید از قیاس ہے۔ اور قرآن اسے کسی معجزے کے رنگ میں پیش بھی نہیں کر رہا ہے..... کیا جنوں (اور دیگر عمائد سلطنت) میں اتنی عقل بھی نہ تھی کہ حضرت سلیمان جو بولتے چالتے، کھاتے پیتے، مقدمات کے فیصلے سناتے، فریادیں سُنتے، احکام جاری کرتے، عبادت کرتے، حاجات سے فارغ

ہوتے ہوئے اتنی دیر (ملکہ مدت) سے، ساکت وصامت کیوں کھڑے ہیں؟ کیا زندگی کے ثبوت کے لیے صرف کھڑا رہنا کافی ہے؟ اور پھر آپ کے اہل وعیال؟ کیا انھیں بھی انتقال کا پتہ نہیں چلا (جو ناممکن ہے) یا انھی نے یہ ایک ترکیب نکالی تھی؟

مفسر محترم نے جس بات کو صاف اور صریح فرمایا ہے وہ خود ایک پہیلی ہے۔

۲- سورۂ احقاف آیت ۲۹ حاشیہ ۳۵- جنّ مکی دور ہی میں ایمان لے آئے تھے لیکن انھوں نے رسول اللہؐ اور مسلمانوں کے دورِ مصائب میں کسی طرح کی کوئی مدد نہیں کی، نہ اس کے بعد کسی جہاد میں حصہ لیا۔ کیا سارا قرآن (اوامر و نواہی) جس طرح انسانوں کے لیے واجب الاطاعت ہے جنوں کے لیے بھی اسی طرح اس پر عمل لازم نہیں؟ کیا صلوٰۃ، صوم، زکوٰۃ اور جہاد (بالمال و بالنفس) جنوں پر بھی فرض نہیں؟ اگر فرض نہیں تو استثنا کی بنیاد کیا ہے؟ اور اگر فرض ہے تو جنوں نے کب اور کیسے ان پر عمل کیا؟

(ب) اس سورہ سے پتہ چلتا ہے کہ جنّ اتفاقی طور پر ایمان لے آئے اور انھوں نے اپنے طور پر اپنے ساتھیوں کو اسلام کی دعوت دی...... اگر حضورؐ انسانوں کی طرح جنوں کے لیے بھی مبعوث تھے تو آپ نے جنوں کو خود دعوت کیوں نہ دی؟ ان کی دینی تربیت کے لیے کیا اہتمام اور کیا انتظام فرمایا؟ اور ان کے لیے شرعی احکام کی نوعیت کیا ہے؟ قرآن مجید کی معاشرتی تعلیمات جنوں کے لیے بھی اسی طرح سے واجب ہیں جیسے انسانوں کے لیے یا ان کے احکام مختلف ہیں؟

۳- ص ح ۳۶ صفحہ ۳۴۷ قوی سند کے باوجود حدیث مشتبہ ہو سکتی ہے (اور ہے) تو حدیث کی صحت کا معیار کیا رہا؟ صرف عقل سلیم؟ اگرچہ چند واقعات ہی سہی۔

۴- شوریٰ آیت ۲۳ ح ۴۱ صفحہ ۵۰۱ مفسر محترم نے اپنی رائے محفوظ رکھی ہے۔ "قربیٰ" کے سلسلے میں واضح فیصلہ ضروری تھا۔ ایک طبقہ کی تفریق کی اصل بنیاد یہی ہے۔

۵- صفحہ ۲۸۹ (طبع اوّل) آیت ۶۵ صافات ح ۳۶ ..... تشبیہ دینے والے (خدا) کے لیے تو تشبیہ کے دونوں ارکان (مُشَبَّہ و مُشَبَّہ بہٖ) مشہود ہیں۔ رہے انسان، تو انھوں نے شیطان کے سر نہیں دیکھے تو زَقّوم کے شگوفے تو دیکھ رکھے ہیں مُشَبَّہ بہٖ کی مناسبت سے مُشَبَّہ کے متعلق کچھ نہ کچھ تصور قائم کیا جا سکتا ہے... لہٰذا اسے "تخییلی تشبیہ" قرار دینا موزوں نظر نہیں آتا..... اس سلسلے میں جو مثالیں مفسر

محترم نے پیش کی ہیں وہ اس لیے غیر متعلق ہیں کہ ان کے بیان کرنے والے انسان ہیں جنھوں نے واقعی ان چیزوں کو نہیں دیکھ رکھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے تو شیطان اور اس کا سر دیکھ رکھا ہے۔

۶۔ درست مثال کیا ہے؟ اندھیر نگری چوپٹ راج کہ چوپٹ راجہ؟ (صفحہ ۱۴۲)

۷۔ "سخت برافروختہ ہوا اور اس کے چہرے کا رنگ زرد پڑ گیا (ص ۱۴۳) برافروختہ یعنی بھڑک اُٹھنا، غصے میں آنا ہے یا شرمندہ یا خوف زدہ ہونا؟

جواب: قرآن مجید میں جو بات جس طرح لکھی گئی ہے میں نے اسی طرح اس کو بیان کر دیا ہے۔ اس پر جو سوالات آپ نے اُٹھائے ہیں ان کا جواب قرآن مجید میں موجود نہیں ہے اور میں اپنی طرف سے کوئی بات گھڑ کر قرآن مجید میں داخل نہیں کر سکتا۔

جنوں کے ایمان لانے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ انسانوں کے درمیان کفر و ایمان کی کشمکش میں وہ شریک ہوں۔ خود ان کے اندر بھی کافر اور مومن جنوں کے درمیان کشمکش ہے اور اس میں انسان حصہ نہیں لیتے۔

جن اتفاقی طور پر ہی ایمان نہیں لائے تھے۔ انسانوں میں جو انبیاء آئے ہیں ان پر ایمان لانے کے جن بھی مکلّف ہیں۔ البتہ یہ تفصیل ہمیں نہیں معلوم کہ ان کے لیے شرعی احکام کیا تھے اور ان کی تربیت کا کیا انتظام تھا۔

قوی سند کے باوجود حدیث کے متن میں کوئی ایسی بات ہو سکتی ہے جو اس کی صحت کے بارے میں شبہ پیدا کرنے والی ہو۔

سورۂ شوریٰ آیت ۲۳ کی تشریح میں نے اپنی حد تک تو پوری وضاحت سے کر دی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ اس سے آپ کو اطمینان نہ ہوا ہو۔

اگر آپ اس بات پر مطمئن ہیں کہ شیطان کے سر زَقُّوم جیسے ہی ہیں اور انہی سے زَقُّوم کو تشبیہ دی گئی ہے تو آپ یہ تفسیر کر سکتے ہیں۔ اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

اُردو میں محاورہ کے طور پر اندھیر نگری چوپٹ راجہ ہی بولا جاتا ہے۔

رَبَا الرَّجُلُ رَبْوَۃً کا مطلب سانس پھولنا بھی ہے، اور خجالت میں مبتلا ہونا بھی۔ لیکن میں نے حضرت ابن عباس کے اس فقرے کو ملحوظ رکھ کر ترجمہ کیا ہے کہ بندۂ خدا اگر تجھے تصویر ہی بنانی ہے تو درختوں کی بنا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس شخص کو تصویر کی حرمت کا حکم ناگوار ہوا تھا اور وہ مصوری پر اصرار کرنا چاہتا تھا۔